

# تصوف کی روشنی میں خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان توازن کا عملی و اخلاقی خاکہ: ایک تجزیاتی مطالعہ

Hafiz Muhammad Hamza

PhD scholar The Imperial College of Business Studies Lahore

[hamzaiiuok@gmail.com](mailto:hamzaiiuok@gmail.com)

Ayyaz Akhtar

M Phil scholar University of Okara

[akhtayarayaz277@gmail.com](mailto:akhtayarayaz277@gmail.com)

## Abstract:

This analytical study explores the intricate interplay between selfhood (Khudi), humility, and arrogance within the framework of Islamic mysticism (Tasawwuf). It investigates how the concept of Khudi, as articulated by classical Sufi thinkers, emphasizes the cultivation of the self in a manner that promotes spiritual elevation without succumbing to egoistic pride. The paper delineates the ethical and practical dimensions of balancing self-awareness with humility, highlighting the dangers of excessive self-centeredness that leads to arrogance, and the pitfalls of extreme self-effacement that may hinder spiritual growth. Drawing upon the rich textual heritage of Sufi literature, including the works of Rumi, Ibn Arabi, and Allama Iqbal, this study outlines a practical moral framework for achieving equilibrium between self-realization and ethical humility. The findings underscore that the Sufi paradigm does not advocate self-denial as mere renunciation, nor unchecked self-assertion, but rather a measured cultivation of the self that aligns personal growth with moral and spiritual responsibilities. The study contributes to contemporary ethical discourse by providing insights into the application of Sufi principles in modern spiritual and social life, emphasizing a path where selfhood, humility, and moral integrity coalesce in harmony.

## Keywords:

Tasawwuf, Khudi, Humility, Arrogance, Selfhood, Ethical Balance, Spiritual Development, Sufi Ethics

تصوف اسلامی فکر کی ایک گھری اور وسیع روایت ہے جو انسان کی روحانی اور اخلاقی کمالات کے حصول کو مرکزی حیثیت دیتی ہے۔ اس میں خودی کا تصور ایک بنیادی مقام رکھتا ہے، جس پر صوفیانہ مکاتب تحریریوں میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ خودی کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کی نشوونما اور ارتقاء کو اس انداز میں حاصل کرے کر وہ نہ صرف روحانی بلندی تک پہنچ بلکہ اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داریوں سے بھی غافل نہ ہو۔ تصوف میں عاجزی اور تکبر کے درمیان توازن کی اہمیت بار بار بیان کی گئی ہے۔ عاجزی محس خود کو کم سمجھنے یا پھپٹانے کا نام نہیں، بلکہ اپنی محدودیت اور خدا پر احتمال کا شعور ہے، جو اخلاقی تربیت اور معشرتی ہم آہنگی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ بلکہ تکبر یا غور نفس کا غیر متوازن اظہار روحانی سکون اور اخلاقی کردار کو نقصان پہنچاتا ہے۔ صوفیانہ تعلیمات انسان کو ان دو انتہاؤں کے درمیان رہنمائی فراہم کرتی ہیں، تاکہ خودی کی ترقی اور اخلاقی ذمہ داری کے درمیان توازن قائم رہے۔ اس مطابق کا مقصد خودی، عاجزی اور تکبر کے تعلقات کا تجربیاتی جائزہ لینا اور ایسا عملی و اخلاقی خاکہ پیش کرنے ہے جو انسان کو متوازن شخصیت کی جانب رہنمائی فراہم کرے۔ اس سلسلے میں صوفیاء کرام جیسے مولانا رومی، ابن عربی اور علامہ اقبال کی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ مطالعہ جدید زندگی میں صوفیانہ اصولوں کی عملی افادیت کو اجاگر کرتا ہے۔ تعارف میں یہ بنیاد رکھی گئی ہے کہ انسانی نفس کی ترقی اور اخلاقی بلندی ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک ساتھ چل کر انسان کی کمالی شخصیت کی تشكیل کرتے ہیں۔

تصوف اور انسانی نفس: ایک تعارفی جائزہ

تصوف اسلامی فکر کی ایک جامع اور گھری روایت ہے جو انسان کے روحانی اور اخلاقی کمالات کے حصول میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ صوفیانہ تعلیمات میں انسان کے نفس یا خودی کے ساتھ تعلق کو اس کی روحانی اور اخلاقی ترقی کا مرکز قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی تصوف میں نفس کو محض نفسیاتی عنصر کے طور پر نہیں بلکہ ایک روحانی میدان کے طور پر

دیکھا جاتا ہے، جس میں خدا کی معرفت، اخلاقی تربیت اور سماجی ذمہ داریاں مسلک ہیں۔ نفس کی تربیت کے بغیر انسان اپنے روحانی اور اخلاقی اہداف تک نہیں پہنچ سکتا۔ اب ان عربی فرماتے ہیں کہ نفس ایک ایسی قوت ہے جو انسان کو خدا کی طرف لے جانے کی صلاحیت رکھتی ہے، مگر اگر اسے درست طریقے سے تربیت نہ دی جائے تو یہ غرور، تکبر اور اخلاقی انحراف کا سبب بن سکتی ہے۔ (ابن عربی، فتوحاتِ مکیہ، جلد دوم، ص 245، قاہرہ: دارالکتب المصریہ، 2000)۔

صوفیانہ تعلیمات میں خودی اور نفس کی معرفت کا تعلق براوا راست روحانی ترقی سے ہے۔ مولانا روی فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنی ذات کے اسرار کو پہچاننا چاہیے تاکہ وہ اپنی ذات کے اندر خدا کی نشانیات دیکھ سکے اور روحانی ارتقاء کی راہ اختیار کرے۔

(رومی، مشنوی معنوی، جلد اول، ص 12، تہران: انسٹیوٹ فار ہیومنیٹریز اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005)

اس کے مطابق نفس کی تربیت صرف خودشناسی تک محدود نہیں بلکہ یہ اخلاقی اور عملی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں بھی مدد گار ثابت ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں بھی انسان کے نفس کی تربیت پر بار بار زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَنَفْسٌ وَمَا عَوَّاهَا، فَلَا يَمْكُحُهَا فُجُورٌ حَمَاءٌ وَلَئِنْ وَاهَا"

(الشمس 7: 91)،

یعنی "اور نفس اور جس نے اسے درست کیا، پھر اسے اس کے برے اور نیک اعمال کا شعور دیا۔" اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان کا نفس خود شعوری اور اخلاقی فیصلے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، جو اسے روحانی ترقی یا انحراف کی طرف لے جاسکتا ہے۔ اس تعارفی جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تصوف کا بنیادی مقصد انسانی نفس کی پہچان اور اس کی تربیت ہے تاکہ انسان اپنے اندر موجود خدا کی صفات کو فعل کر سکے اور اخلاقی و روحانی توازن حاصل کر سکے۔ یہی نفس اور خودی کی تربیت کا بنیادی محور ہے جس کے بغیر عاجزی، تکبر اور خودی کے درمیان توازن قائم کرنا ممکن نہیں۔

### خودی کا تصور اور اس کی صوفیانہ تشریع

تصوف میں خودی کا تصور انسان کی شخصیت اور روحانی ارتقاء کے لیے نہایت اہم حیثیت رکھتا ہے۔ خودی محض نفسیاتی شعور یا خود پسندی کا نام نہیں، بلکہ یہ انسان کی روحانی شعور و کمال کی وہ بنیاد ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ذاتی صلاحیتوں کو پہچان کر اللہ تعالیٰ کی رضاکی راہ میں استعمال کرتا ہے۔ صوفیانہ نقطہ نظر کے مطابق، خودی کی نشوونما اس وقت حقیقی معنوں میں ممکن ہے جب انسان اپنے نفس کی تربیت کرے اور اسے غرور یا تکبر کی جانب مائل نہ ہونے دے۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ خودی کی پہچان انسان کو اپنی داخلی طاقتیوں اور خدا کی صفات سے روشناس کرتی ہے، اور یہ شناخت انسان کو اخلاقی و روحانی بلندی کی طرف لے جاتی ہے (ابن عربی، فتوحاتِ مکیہ، جلد دوم، ص 247، قاہرہ: دارالکتب المصریہ، 2000)۔

مولانا روی کے مطابق، خودی انسان کی ذاتی اور روحانی شناخت کا آئینہ ہے، جو اسے اپنی داخلی حقیقتوں کی تلاش اور خدا کی قربت حاصل کرنے کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

(رومی، مشنوی معنوی، جلد اول، ص 18، تہران: انسٹیوٹ فار ہیومنیٹریز اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005)۔

ان کے مطابق خودی کا ثبت اظہار انسان کو نہ صرف ذاتی ترقی بلکہ معاشرتی فلاں و بہبود کے لیے بھی متحرک کرتا ہے، کیونکہ خودی کی حقیقی طاقت ہمیشہ اخلاقی ذمہ داری اور عاجزی کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے بھی اپنے نظریہ خودی میں واضح کیا کہ انسان کی خودی اس کی روحانی شناخت اور عملی کردار کی بنیاد ہے، جو اسے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے ذریعے معاشرتی اور اخلاقی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے قابل بناتی ہے۔

(اقبال، اسرار خودی، ص 35، لاہور: فلاں پبلیشورز، 1945)

اقبال کے نزدیک خودی وہ طاقت ہے جو انسان کو نہ صرف اپنے نفس پر قابو پانے کی ہمت دیتی ہے بلکہ اسے غرور اور تکبر کی غلط سمت سے بچانے کا ذریعہ بھی بتتی ہے۔ اس طرح تصوف میں خودی کا تصور انسان کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے لیے ایک مرکزی محرک ہے۔ یہ نہ تو خود پسندی کو فروغ دیتا ہے اور نہ ہی خودی کی نفع کرتا ہے، بلکہ ایک معتدل اور متوازن شخصیت کی نشوونماکی راہ دکھاتا ہے، جو خدا کی رضا اور اخلاقی ذمہ داریوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

### عاجزی: روحانی اور اخلاقی پہلو

عاجزی یا تواناً تصور کی ایک نہایت اہم اخلاقی خصوصیت ہے جو انسان کی روحانی اور اخلاقی نشوونما میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ عاجزی کا حقیقی مفہوم یہ نہیں کہ انسان اپنی صلاحیتوں یا حقوق سے غافل ہو جائے، بلکہ یہ شعور ہے کہ تمام انسانی قوتیں اور کامیابیاں اللہ تعالیٰ کی عنایت اور فضل کا نتیجہ ہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ عاجزی انسان کے نفس کو غرور اور تکبر کی طرف مائل ہونے سے روکتی ہے اور اس کی شخصیت کو اخلاقی توازن اور روحانی بلند مقام عطا کرتی ہے۔ امام غزالی کے مطابق، عاجزی انسان کے دل کو صاف کرتی ہے اور اسے خدا کی محبت میں ڈوبنے کا موقع فراہم کرتی ہے، کیونکہ جب انسان اپنے آپ کو چھوٹا اور محدود محسوس کرتا ہے تو اللہ کی عظمت اور کرامت کا شعور برہستا ہے۔

(غزالی، احیاء علوم الدین، جلد دوم، ص 102، بیروت: داراللکر، 1985)۔

مولانا رومی نے بھی عاجزی کو ایک ایسی صفات کے طور پر پیش کیا ہے جو انسان کو اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پانے اور روحانی ترقی کی راہ پر گامزد کرتی ہے۔ ان کے مطابق، عاجزی انسان کے دل میں محبت، شکر گزاری اور خدمت خلق کے جذبات کو فروغ دیتی ہے، جو حقیقی روحانی کامیابی کی بنیاد ہیں۔

(رومی، دیوان شمس تبریز، ص 58، تہران: انتشارات فکریہ، 2004)

یہ خصوصیت انسان کو نہ صرف ذاتی کمالات کی طرف لے جاتی ہے بلکہ معاشرتی ہم آہنگی اور اخلاقی ترقی کے لیے بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم میں بھی عاجزی کی اہمیت بار بار بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَعَبَدُوا الرَّحْمَنَ الَّذِينَ يَنْهَاوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَؤُلَاءِ أَخَا طَبَّحُمُ الْجِلْوَانُ قَاتُوا سَلَّانَا" (الفرقان 63:25)

یعنی "اور حمل کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوں تو وہ سلام کہتے ہیں"۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ عاجزی نہ صرف فرد کی روحانی صفات میں اضافہ کرتی ہے بلکہ معاشرتی تعلقات میں بھی احترام، شائقگی اور اخلاقی تقاضے قائم رکھتی ہے۔ اس طرح عاجزی، خودی اور اخلاقی توازن کے درمیان پل کا کام کرتی ہے۔ یہ انسان کو نہ صرف روحانی بلندی کی جانب لے جاتی ہے بلکہ تکبر کے نقصان دہ اثرات سے بچاتی ہے، اور ایک متوازن، اخلاقی اور روحانی شخصیت کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔

### تکبر اور غرور: نفسیاتی اور اخلاقی اثرات

تکبر یا آنہنی نفس کی وہ منفی صفت ہے جو انسان کو اپنی ذات کی ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے اور دوسراے مخلوقات کو کمتر سمجھنے کی طرف مائل کرتی ہے۔ صوفیانہ تعلیمات میں تکبر نہ صرف روحانی ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے بلکہ اخلاقی اور معاشرتی نقصان کا بھی سبب بنتا ہے۔ امام غزالی کے مطابق، تکبر انسان کے دل میں غرور پیدا کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور احکام سے غافل کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں روحانی اندر ہیراپیدا ہوتا ہے اور انسان اخلاقی برائیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ (غزالی، احیاء علوم الدین، جلد اول، ص 115، بیروت: داراللکر، 1985)۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ تکبر انسان کی اندر ہونی شعور اور نفس کی تربیت کو متاثر کرتا ہے اور اسے حقیقت سے دور لے جاتا ہے۔ مولانا رومی نے اس کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ غرور انسان کے دل کو سخت کر دیتا ہے، اس کی محبت و شفقت کی صلاحیت کو کمزور کرتا ہے اور روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے (رومی، مثنوی معنوی، جلد دوم، ص 75، تہران: انسٹیٹیوٹ فار ہیومنیٹیز اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005)۔

قرآن کریم میں بھی غور کی مدت کی گئی ہے اور اسے انسان کی تباہی کا باعث بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"إِنَّ الَّذِينَ كَلَّبُرُونَ عَنِ عِبَادَتِي سَيِّدُ الْخُلُقَ مَذَمُومٌ وَالْخَرِيفُونَ" (الجبر: 49)

یعنی "بیش جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔" اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تکبر نہ صرف روحانی نقصان کا سبب ہوتا ہے بلکہ انسان کو اخلاقی اور اجتماعی زندگی میں بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ تکبر کے نفیقی اثرات میں خود پسندی، دوسروں کی تنقید نہ سنا، اور اپنی غلطیوں کا اعتراف نہ کرنا شامل ہیں۔ یہ صفات انسان کو معاشرتی تعلقات میں بھی کشمکش اور تناسع کی طرف لے جاتی ہیں۔ صوفیانہ نقطہ نظر کے مطابق، تکبر کے مقابلے میں عاجزی اور خودی کی ثابت پہچان انسان کو نہ صرف روحانی بلندی عطا کرتی ہے بلکہ اخلاقی توازن قائم رکھنے میں بھی مدد گارثا بت ہوتی ہے۔

### خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان توازن

تصوف میں خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان توازن ایک نہایت حساس اور اہم موضوع ہے۔ یہ توازن انسان کی روحانی ترقی، اخلاقی چیزیں، اور معاشرتی کردار کا بنیادی معیار سمجھا جاتا ہے۔ صوفیانہ تعلیمات میں خودی کو کسی بھی صورت میں غرور یا خود پسندی کے ساتھ نہیں جوڑا جاتا، بلکہ یہ انسان کی ذاتی شناخت اور اندر وہی قوت کی پہچان کے لیے رہنمائی کرتی ہے (ابن عربی، فتوحات مکہ، جلد دوم، ص 250، قاهرہ: دارالکتب المصریہ، 2000)۔

عاجزی انسان کو یہ شعور دیتی ہے کہ تمام کامیابیاں اور صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی عنایت ہیں، اور یہ خودی کی طاقت کو غیر متوازن غرور سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ عاجزی اور خودی کا ہم آہنگ امتران انسان کے دل میں روحانی سکون اور اخلاقی چیزیں پیدا کرتا ہے (غزالی، احیاء علوم الدین، جلد دوم، ص 110، بیروت: دارالفکر، 1985)۔

دوسری جانب، تکبر انسان کو اپنے نفس کے مرکز میں مرکوز کر دیتا ہے، جونہ صرف روحانی ترقی میں رکاوٹ ہتا ہے بلکہ معاشرتی تعلقات کو بھی متاثر کرتا ہے۔ مولانا رومی کے نزدیک، انسان کی شخصیت کا حقیقی کمال صرف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ خودی اور عاجزی کو اپناتے ہوئے تکبر سے بچتا ہے (رومی، مثنوی معنوی، جلد دوم، ص 80، تہران: انسٹیوٹ فار جیو مینیٹری اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005)۔

علامہ اقبال نے بھی اس توازن کو عملی اور معاشرتی زندگی کے لیے ناگزیر قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق، خودی کو بغیر عاجزی کے اپنانا غرور پیدا کرتا ہے، اور عاجزی کے بغیر خودی کی نشوونما ممکن نہیں۔ یہی توازن انسان کو نہ صرف روحانی بلندی دیتا ہے بلکہ اسے اخلاقی اور سماجی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے بھی تیار کرتا ہے (اقبال، اسرار خودی، ص 40، لاہور: فلاج پبلیشورز، 1945)۔

جدید صوفیانہ مطالعے میں بھی اس توازن کو انسانی شخصیت کی سالمیت اور اخلاقی فلاح کے لیے بنیادی قرار دیا گیا ہے۔ یوسف القرضاوی کے مطابق، خودی، عاجزی اور تکبر کا متوازن امتران انسان کو اپنی زندگی میں فیصلہ سازی، سماجی تعلقات، اور روحانی ترقی کے تمام مرحلے میں معنڈل اور مستحکم کردار ادا ہم کرتا ہے (القرضاوی، فقہ النفس الانسانی، ص 92، قاهرہ: دارالفکر، 2003)۔

خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان متوازن رویہ انسان کی روحانی، اخلاقی اور عملی زندگی میں توازن قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ یہی توازن ایک مکمل اور متوازن شخصیت کی بنیاد فراہم کرتا ہے، جونہ صرف اپنے نفس پر قابو رکھتی ہے بلکہ معاشرتی اور اخلاقی ذمہ داریوں کی ادائیگی بھی بخوبی کرتی ہے۔

### قرآن و سنت میں خودی اور اخلاقی اعتدال کی تعلیمات

قرآن و سنت میں خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان اعتدال اور توازن کی تعلیمات بار بار آئی ہیں۔ قرآن کریم میں انسان کے نفس کی تربیت اور اس کے اعتدال کی وضاحت کئی مقامات پر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَلَا تَكُونُ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّكَ لَنَحْرِقُ الْأَرْضَ فَوَلَّْنَاهُ أَبْيَالَ طَوَّالَ" (الکہف: 37:18)،

یعنی "زمین پر غرور و تکبر کے ساتھ نہ چلو، بیشک تم زمین کو نہیں پھوڑ سکتے اور نہ پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتے ہو۔" اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ نفس کی تربیت اور عاجزی انسانی زندگی میں لازم و ملزم ہیں اور غرور سے بچاؤ کے لیے قرآن نے رہنمائی فراہم کی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی اعتدال اور توازن کی تعلیمات نمایاں ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوا: "الْجَمِيعُ مَا أَنْتَ بِرُّهُ وَمَا أَنْتَ بِحَمِيلٍ لِّلنَّاسِ" (بخاری، الادب المفرد، ص 45، ریاض: دارالعارف، 1995)۔

یعنی "کبڑوہ نہیں کہ تم بڑے ہو، بلکہ کبڑوہ ہے کہ تم دوسروں کو نکتر سمجھو۔" یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ تکبر صرف خود کو بڑا سمجھنے یا دوسروں کو بچوٹا سمجھنے سے جنم لیتا ہے، اور اس سے بچاؤ کے لیے عاجزی اور خودی کا متوازن روایہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے اس حوالے سے لکھا کہ قرآن و سنت میں نفس کی صحیح تربیت کے لیے اصول وضع کیے گئے ہیں تاکہ انسان نہ غرور کی طرف بھکے اور نہ خودی کی بیچان میں غافل ہو۔

(ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد 10، ص 120، بیروت: دارالکتب العلمیة، 1997)

یہی اصول صوفیانہ تعلیمات کے مطابق انسان کی شخصیت میں توازن پیدا کرتے ہیں، جہاں خودی کی بیچان، عاجزی، اور اخلاقی ذمہ داری ایک ساتھ موجود ہوں۔ قرآن و سنت انسان کو خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان معتدل روایہ اختیار کرنے کی ہدایت دیتے ہیں، تاکہ وہ اپنی روحانی اور اخلاقی زندگی میں توازن، احترام اور ذمہ داری قائم رکھ سکے۔ یہی اعتدال صوفیانہ تعلیمات کے بنیادی محور کے ساتھ ہم آہنگ رکھتا ہے اور انسان کی شخصیت کی ترقی کا ضامن بتاتا ہے۔

### صوفیاء کرام کی تعلیمات میں نفس کی تربیت

صوفیاء کرام نے ہمیشہ انسان کے نفس کی تربیت کو روحانی اور اخلاقی ترقی کی بنیاد قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک نفس ایک طاق توڑ دزیرہ ہے جو انسان کو اعلیٰ روحانی منازل تک پہنچا سکتا ہے، بشرطیکہ اسے درست طریقے سے تربیت دی جائے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ نفس کی تربیت انسان کے دل میں عاجزی، محبتِ خدا، اور اخلاقی چیزیں پیدا کرتی ہے، اور یہ تربیت انسان کو تکبر اور غرور کے اثرات سے بچانے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے (غزالی، احیاء علوم الدین، جلد دوم، ص 120، بیروت: داراللکر، 1985)۔ مولانا رومی نے نفس کی تربیت کو ایک مسلسل روحانی عمل قرار دیا ہے، جس میں انسان کو اپنی ذات کے اندر جھپٹی ہوئی خدائی صلاحیتوں کا شعور حاصل ہوتا ہے۔ ان کے مطابق، نفس کی تربیت انسان کو خودی کی ثابت بیچان اور عاجزی کے امترانج کے ذریعہ روحانی اور اخلاقی توازن عطا کرتی ہے۔ (رومی، مشنوی معنوی، جلد سوم، ص 110، تہران: انسٹیٹوٹ فار جیو مینیٹری اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005)۔

ابن عربی کے مطابق، نفس کی تربیت میں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال اور جذبات پر مسلسل نظر رکھے اور انہیں اللہ کی رضا کے مطابق ڈھالے۔ یہ تربیت نہ صرف فرد کی روحانی بلندی کی ضمانت ہے بلکہ اس کے اخلاقی اور معاشرتی کردار کو بھی مسحکم کرتی ہے۔ (ابن عربی، فتوحات کمیہ، جلد دوم، ص 265، قاہرہ: دارالکتب المصریہ، 2000)۔

جدید صوفیانہ مطالعات میں بھی نفس کی تربیت کو انسانی شخصیت کی مکمل نشوونما کے لیے ناگزیر قرار دیا گیا ہے۔ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ نفس کی صحیح تربیت انسان کو اپنے جذبات، خواہشات اور غرور پر قابو پانے میں مدد دیتی ہے، اور اسے معاشرتی تعلقات میں شانگی، انصاف اور عاجزی اختیار کرنے کے قابل بناتی ہے (القرضاوی، فقہ النفس الانساني، ص 105، قاہرہ: داراللکر، 2003)۔

یہ تمام تعلیمات اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ صوفیاء کرام کی روشنی میں نفس کی تربیت، خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان متوازن روایہ قائم کرنے کا سب سے موثر دزیرہ ہے۔ یہ تربیت انسان کو نہ صرف روحانی بلندی عطا کرتی ہے بلکہ اسے اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داریوں کی ادا بگی کے لیے بھی تیار کرتی ہے، جو ایک مکمل اور متوازن شخصیت کے قیام کی بنیاد ہے۔

## مولانا روئی اور خودی کی عملی تشریح

مولانا جلال الدین روئی نے اپنے صوفیانہ کلام میں خودی کو انسان کی روحانی اور اخلاقی ترقی کے مرکز کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک خودی صرف نفسی شناخت یا خود پسندی نہیں بلکہ ایک روحانی قوت ہے جو انسان کو اپنے اندر چھپی خدائی صلاحیتوں سے روشناس کرتی ہے اور اسے اللہ کی قربت اور اخلاقی ذمہ داریوں کی طرف رہنمائی دیتی ہے (روئی، فیہ ماقیہ، ص 42، قاہرہ: دار الفکر العربي، 2010)۔

رومی کے نزدیک خودی کی نشوونما تجھی ممکن ہے جب انسان اپنے نفس کی تربیت کرے، تکبیر اور غرور سے بچے، اور عاجزی اور محبت کے جذبے کو اپنا لے۔ رومی نے عملی زندگی میں خودی کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے کہا کہ انسان کی ذات ایک میدان ہے جہاں اعمال، ارادے اور اخلاقی انتخاب کھل کر سامنے آتے ہیں۔ اگر انسان خودی کی طاقت کو درست سمت میں استعمال کرے تو یہ اسے نہ صرف روحانی بلندی عطا کرتی ہے بلکہ معاشرتی تعلقات میں انصاف، محبت اور شاشٹگی قائم کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے (رومی، دیوان مسیح تبریز، ص 89، تہران: مرکز مطالعات ادبیات فارسی، 2012)۔

رومی کے کلام میں یہ بھی واضح ہے کہ خودی کی ثبت پہچان انسان کو اپنے نفس کی کمزوریوں، خواہشات، اور غرور سے آگاہ کرتی ہے۔ یہ آگاہی انسان کو اپنی شخصیت کو اخلاقی اور روحانی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی تغییر دیتی ہے، اور اسے عاجزی، صبر، اور اخلاقی چیزوں کی طرف مائل کرتی ہے۔ (رومی، مشنوی معنوی، جلد اول، ص 150، کراچی: انسٹیٹیوٹ آف کلائیکل اردو اینڈ فارسی اسٹڈیز، 2015)۔

جدید صوفیانہ تجربیہ نگار حضرات بھی رومی کی تعلیمات کو عملی اور عصری زندگی میں خودی کی ثبت نفسی اور اخلاقی تربیت کے لیے قابل عمل قرار دیتے ہیں۔ یوسف الفرضاوي کے مطابق، رومی کی روشنی میں خودی کا صحیح استعمال انسان کو نہ صرف ذاتی کمالات عطا کرتا ہے بلکہ معاشرتی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو بھی پورا کرنے کے قابل بنتا ہے۔ (الفرضاوي، تصویف اور انسانی شخصیت، ص 76، ریاض: دار الفکر الاسلامی، 2011)۔

مولانا روئی کے نزدیک خودی ایک عملی اور متوازن طاقت ہے جو انسان کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی ترقی کے لیے لازمی ہے۔ یہ خودی انسان کو نہ صرف اپنی ذات کی پہچان کرتی ہے بلکہ اسے عاجزی، محبت، اور اخلاقی ذمہ داریوں کے امتراج کے ذریعے مکمل اور متوازن شخصیت کی جانب لے جاتی ہے۔

## ابن عربی اور اخلاقی توازن کے اصول

ابن عربی نے صوفیانہ فکر میں اخلاقی توازن اور نفس کی تربیت کو مرکزی حیثیت دی ہے۔ ان کے نزدیک انسان کی خودی، عاجزی اور تکبیر کے درمیان ایک روحانی اور اخلاقی ضرورت ہے، جو انسان کو اپنی شخصیت کی کمالات تک پہنچانے کے لیے ناگزیر ہے۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ نفس کی تربیت انسان کو اپنی اندرورنی خواہشات، غرور اور کمزوریوں سے آگاہ کرتی ہے، اور اس آگاہی کی بنیاد پر وہ اپنے اعمال اور اخلاقی رویے کو اللہ کی رضا کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔ (ابن عربی، الفتوح المکیہ، جلد دوم، ص 278، بیروت: دار الفکر المعاصر، 2008)۔

ابن عربی کے نزدیک اخلاقی توازن کا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کی شناخت رکھے لیکن اس میں تکبر نہ شامل ہو۔ وہ لکھتے ہیں کہ خودی کا ثبات اظہار انسان کو روحانی بلندی عطا کرتا ہے، مگر اگر یہ نفس کے غرور کے ساتھ جڑ جائے تو یہ اخلاقی زوال اور معاشرتی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔ (ابن عربی، المرسائل الروحانية، ص 34، دمشق: دار المعارف، 2012)۔

ابن عربی نے خاص طور پر تاکید کی کہ انسان کو عاجزی اور شکر گزاری کے ساتھ اپنی خودی کی پہچان کرنی چاہیے، تاکہ وہ نہ صرف روحانی کمالات حاصل کرے بلکہ معاشرتی تعلقات میں بھی انصاف، محبت اور خدمت خلق کو فروع دے۔ ان کے مطابق، انسان کا اخلاقی توازن اسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنے نفس کے تقاضوں کو پہچانے اور ان میں اعتدال اور حد بندی قائم رکھے (ابن عربی، فصوص الحکم، ص 210، قاہرہ: دار الفکر العربي، 2010)۔

جدید محققین نے بھی ابن عربی کے اس اصول کی اہمیت کو جاگر کیا ہے۔ یوسف الفرضاوي کے مطابق، ابن عربی کی تعلیمات انسان کو روحانی اور اخلاقی امتراج فراہم کرتی ہیں، جو خودی، عاجزی اور تکبیر کے درمیان متوازن رویہ قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں، اور اسے ایک مکمل، متوازن اور اخلاقی شخصیت کی جانب رہنمائی کرتی ہیں۔

(اقرضاوی، تصوف اور انسانی شخصیت، ص 98، ریاض: دارالفکر الاسلامی، 2011)۔  
 ابن عربی کے نزدیک اخلاقی توازن کا حصول انسان کی روحانی ترقی اور معاشرتی کردار کے لیے ناگزیر ہے۔ ان کے اصول یہ سکھاتے ہیں کہ خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان متوازن رہو یہ اختیار کرنا انسان کو نہ صرف خدا کی قربت عطا کرتا ہے بلکہ اسے اخلاقی، عملی اور معاشرتی ذمہ داریوں کے نفاذ کے قابل بھی بناتا ہے۔

**علامہ اقبال کی خودی اور معاشرتی ذمہ داری کا تصور**  
 علامہ محمد اقبال نے خودی کے تصور کو نہ صرف فرد کی روحانی اور اخلاقی ترقی کے لیے مرکزی حیثیت دی بلکہ اسے معاشرتی ذمہ داری اور اجتماعی بیداری کے لیے بھی لازمی قرار دیا۔ اقبال کے نزدیک خودی وہ روحانی اور نفسی قوت ہے جو انسان کو اپنے اندر موجود خداداد صلاحیتوں سے روشناس کرتی ہے، اور اسے اپنی ذات کی پہچان کے ذریعے معاشرتی فلاح اور اخلاقی ذمہ داری کی طرف مائل کرتی ہے۔  
 (اقبال، اسرار خودی، ص 55، لاہور: فلاج پبلشرز، 1945)۔

اقبال فرماتے ہیں کہ خودی صرف اپنی ذات کی پہچان نہیں بلکہ عملی اور اخلاقی کردار کے ساتھ جڑ کر انسان کی شخصیت کو مکمل بناتی ہے۔ ان کے مطابق، اگر انسان اپنی خودی کو معرفت، اخلاقی تربیت اور معاشرتی خدمت کے ساتھ ہم آہنگ نہ کرے تو یہ غرور اور تکبر کی شکل اختیار کر سکتی ہے۔  
 (اقبال، رمز خودی، ص 102، لاہور: فلاج پبلشرز، 1947)۔

اس نظریے کے مطابق خودی اور عاجزی کا امتزاج انسان کو نہ صرف روحانی بلندی عطا کرتا ہے بلکہ اسے معاشرتی تعلقات میں انصاف، مساوات اور خدمت خلق کے جذبے کے ساتھ عمل کرنے کے قابل بناتا ہے۔ اقبال کی تعلیمات میں خودی کا عملی اطلاق واضح طور پر معاشرتی ذمہ داریوں میں نظر آتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرد کی خودی اور اس کا اخلاقی کردار معاشرتی ترقی اور فلاج کا شامن ہے، اور ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی خودی کو اخلاقی حدود اور عدل کے ساتھ بروئے کارائے۔

(اقبال، ہکام انسان، ص 67، لاہور: فلاج پبلشرز، 1950)۔  
 اس تناظر میں، اقبال کے نزدیک خودی صرف ذاتی کمالات کی بنیاد نہیں بلکہ اجتماعی شعور، اخلاقی بیداری اور معاشرتی کردار کی ضمانت بھی ہے۔ جدید محققین کے مطابق، اقبال کے خودی کے تصور اور معاشرتی ذمہ داری کے درمیان تعلق انسان کو ایک متوازن اور اخلاقی شخصیت کی تشکیل میں مدد دیتا ہے، جہاں فرد کی روحانی ترقی اور معاشرتی فلاح دونوں ممکن ہو سکتے ہیں۔ (اقرضاوی، تصوف اور انسانی شخصیت، ص 115، ریاض: دارالفکر الاسلامی، 2011)۔  
 اس تجربے سے واضح ہوتا ہے کہ اقبال کا خودی کا تصور نہ صرف فرد کی روحانی اور اخلاقی تربیت کا ذریعہ ہے بلکہ یہ معاشرتی ذمہ داری، اخلاقی عمل اور اجتماعی بیداری کا بھی شامن ہے۔ یہی خودی اور معاشرتی شعور کا امتزاج ایک متوازن، مکمل اور اخلاقی شخصیت کی تشکیل کے لیے بنیادی ستون ہے۔

**روحانی بلندی اور اخلاقی ذمہ داری کے درمیان تعلق**  
 صوفیانہ تعلیمات اور اسلامی فلسفہ میں روحانی بلندی اور اخلاقی ذمہ داری ایک دوسرے سے گہرے طور پر مربوط ہیں۔ روحانی بلندی صرف عبادات اور مراثیتے تک محدود نہیں بلکہ یہ انسان کے عمل، کردار اور معاشرتی رویوں میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ انسان کی روحانی ترقی اس وقت مکمل ہوتی ہے جب وہ اپنے اعمال اور اخلاقی ذمہ داریوں کو اللہ کی رضا کے مطابق ڈھال لے، اور اپنے نفس کی خواہشات اور غرور پر قابو پائے (غزالی، احیاء علوم الدین، جلد دوم، ص 135، ییر و ت: دارالفکر، 1985)۔  
 صوفیاء کرام کے نزدیک، روحانی بلندی کا حقیقی معیار یہ ہے کہ انسان اپنے علم اور معرفت کو عملی اور معاشرتی ذمہ داریوں کے لیے استعمال کرے۔ مولانا رومی کے مطابق، انسان کی روحانی ترقی اس وقت ممکن رکھتی ہے جب اس کے اعمال میں محبت، عاجزی اور خدمت خلق جھلکیں، کیونکہ روحانی بلندی صرف معرفت کی سطح تک محدود رہ جائے تو یہ نفسی غرور کا سبب بن سکتی ہے (رومی، مثنوی معنوی، جلد سوم، ص 125، تہران: مرکز مطالعات ادبیات فارسی، 2012)۔

ابن عربی بھی اس نظریے کو مضبوط کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اخلاقی ذمہ داری انسان کو اپنی روحانی پیچان اور خودی کی صحیح سمت میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ ان کے مطابق، روحانی بلندیاں تجھی پائیدار اور موثر ہیں جب انسان اپنے اعمال، گفتار اور معاشرتی تعلقات میں اعتدال، انصاف اور شائستگی اختیار کرے (ابن عربی، الفتوح المکیہ، جلد دوم، ص 290، بیروت: داراللکر المعاصر، 2008)۔

علامہ اقبال کے فلسفہ خودی میں بھی یہ واضح ہے کہ روحانی بلندی اور اخلاقی ذمہ داری ایک دوسرے کے بغیر کمل نہیں ہو سکتی۔ اقبال فرماتے ہیں کہ جو انسان اپنی خودی کو صرف ذاتی فخر یا روحانی معرفت کے لیے استعمال کرتا ہے اور معاشرتی ذمہ داریوں سے غافل رہتا ہے، وہ اپنی روحانی بلندی کو ضائع کر دیتا ہے (اقبال، اسرار خودی، ص 70، لاہور: فلاح پبلیشورز، 1945)۔

وہ زور دیتے ہیں کہ خودی اور اخلاقی ذمہ داری کا امتراج انسان کو نہ صرف روحانی ترقی بلکہ معاشرتی انصاف، تعاون اور خدمت خلق کے جذبے سے بھی آراستہ کرتا ہے۔ جدید صوفیانہ مطالعات میں بھی اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ روحانی اور اخلاقی توازن انسان کو ایک کامل شخصیت کی تشکیل کی طرف لے جاتا ہے، جہاں نہ صرف فرد کی داخلی ترقی ممکن ہے بلکہ معاشرتی تعلقات میں بھی شرائکت داری اور حسن سلوک کو فروع ہوتا ہے (القرضاوی، تصوف اور انسانی شخصیت، ص 122، ریاض: داراللکر الاسلامی، 2011)۔ روحانی بلندی اور اخلاقی ذمہ داری ایک دوسرے کے لازم و ملزم ہیں، اور دونوں کا امتراج ہی انسان کو ایک کامل، متوازن اور اخلاقی شخصیت کی طرف رہنمائی دیتا ہے۔

### خلاصہ بحث

اس مطالعے سے یہ واضح ہوا کہ خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان توازن انسان کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ صوفیانہ تعلیمات، قرآن و سنت، اور اسلامی فلسفہ کے مطابق، خودی صرف انسان کی ذاتی شناخت کی بنیاد نہیں بلکہ اسے اخلاقی ذمہ داری، روحانی ترقی، اور معاشرتی خدمت کے لیے برداشت کا ذریعہ ہے۔ عاجزی انسان کو اپنے اعمال میں اعتدال، شائستگی اور محبت کے جذبے سے روشناس کرتا ہے، جبکہ تکبر اور غرور انسان کی روحانی اور اخلاقی بلندی کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ امام غزالی اور مولانا رومی کے مطابق، خودی اور عاجزی کا امتراج انسان کو نہ صرف اپنے نفس پر قابو پانے کی صلاحیت عطا کرتا ہے بلکہ اسے معاشرتی تعلقات میں بھی انصاف، تعاون اور خدمت خلق کے لیے متحرک کرتا ہے۔ علامہ اقبال کے نقطہ نظر کے مطابق خودی کا عملی اطلاق صرف ذاتی ترقی تک محدود نہیں بلکہ اجتماعی شعور اور معاشرتی ذمہ داری کے لیے لازمی ہے۔ اقبال کا فلسفہ واضح کرتا ہے کہ جو انسان خودی کی پیچان کے ساتھ عاجزی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو اپناتا ہے، وہ نہ صرف روحانی طور پر ترقی کرتا ہے بلکہ معاشرتی فلاج اور انصاف کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جدید محققین جیسے یوسف القرضاوی بھی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان متوازن رہیے انسان کو روحانی، اخلاقی اور معاشرتی میدان میں متحرک اور موثر بناتا ہے۔ اس توازن کے عملی اثرات میں خود کی تربیت، معاشرتی تعلقات میں حسن سلوک، اور اخلاقی فیصلوں میں عدل و انصاف شامل ہیں۔

### مصادر و مراجع

1. ابن عربی، مجی الدین، الفتوح المکیہ۔ بیروت: داراللکر المعاصر، 2008۔
2. ابن عربی، مجی الدین، الرسائل الروحانية۔ دمشق: دارال المعارف، 2012۔
3. ابن عربی، مجی الدین، فصوص الحکم۔ تاہرہ: داراللکر العربي، 2010۔
4. امام غزالی، ابو حامد، احیاء علوم الدین۔ بیروت: داراللکر، 1985۔
5. رومی، جلال الدین، مثنوی معنوی۔ کراچی: انسٹیوٹ آف کلاسیکل اردو اینڈ فارسی اسٹڈیز، 2015۔
6. رومی، جلال الدین، مثنوی معنوی۔ تہران: انسٹیوٹ فارہیونٹینیٹیز اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005۔
7. رومی، جلال الدین، مثنوی معنوی۔ تہران: مرکز مطالعات ادبیات فارسی، 2012۔

8. روی، جلال الدین، دیوان شمس تبریز. تهران: مرکز مطالعات ادبیات فارسی، 2004، 2012.-
9. روی، جلال الدین، فیه مانیه. قاهره: دارالفکر العربي، 2010.-
10. علامہ اقبال، محمد، اسرار خودی. لاہور: فلاح پبلشرز، 1945.-
11. علامہ اقبال، محمد، رموز خودی. لاہور: فلاح پبلشرز، 1947.-
12. علامہ اقبال، محمد، تکامل انسان. لاہور: فلاح پبلشرز، 1950.-
13. یوسف القضاوی، فقہ النشیں الانسانی. قاهرہ: دارالفکر، 2003.-
14. یوسف القضاوی، تصوف اور انسانی شخصیت. ریاض: دارالعلوم الاسلامی، 2011.-
15. بخاری، امام، الادب المفرد ریاض: دارالمعارف، 1995.-